کلام اقبال میں قصہء موسیٰؑ وخضرؑ کی قرآنی تلمیحات

Qur'anic allusions in the story of Moses and Khidr in Kalam Iqbal

Dr. Sadia NasrUllah
Asst. Pro. Govt College For Women, Wapda Town, Lahore
drnizami36@hotmail.com

Dr. Muhammad Akram Nizami
DHA Lahore

ABSTRACT

The Holy Qur'an is basic and the most significant source of Iqbal's ideas and thoughts. The influence of the Holy Qur'an is not only limited to Iqbal's ideas and thoughts, but it can also be seen in his diction and style. The techniques,terms, cadence and figures used in his poetry have also been derived from the Holy Qur'an. Iqbal has illustrated personalities of the Prophets more as symbols and less as historical figures. The Qur'an has also been source of symbols and allusions such as the fire of Nimrod, Khalil and Nimrod,Toor, Seena, Moses and Pharaoh,and Dharb e Kaleem etc.

Talmih"(allusions) has been used in litratures of Urdu and Persian almost by all their poets. However, there is no precedent of how dexterously Iqbal has employed it. He has repeatedly used Qura'nic allusions and teachings in his poems to motivate his nation. He has created passion and hope in his people by using these allusions as examples from past regarding resurrection of Ummah. Iqbal has beautifully and brilliantly used allusions, which has not only elevated his poetic prowess but also played a vital role in promoting his thoughts.

This article gives a brief overview of the Quranic allusions that has been extracted from the story of Moses (عليه السلام) by Allama Iqbal.

Keywords: Iqbal's poetry, influence of Qur'an, allusions of story of The Prophet Moses, semantic field

قرآن کریم نے نہ صرف عربی زبان کو نئے اسالیب اور متنوع موضوعات فراہم کئے بلکہ دیگر مشرقی زبانیں بھی اپنی بقا کے لیےاس کے اسلوبِ کلام، ثروتِ الفاظ اور طرز ابلاغ کی محتاج ہیں۔ لا محالہ اردو اور فارسی زبان بھی قرآن کریم کے اسلوب بیان کی خوشہ چین ہیں۔ خصوصاً قصص قرآنیہ تو تلمیحات و تشبیہات اور استعارات کے لیے شعراء واد باء کے پسندیدہ موضوعات ہیں؛ چنانچہ آتش نمرود، خلیل اللہ اور ان کے فرزند علیہما السلام کا واقعہ، معجزات عیسی علیہ السلام، کوہ طور، وادی سینا، فرعون اور موسی وخضر وغیرہ کی قرآنی تلمیحات بکثرت استعمال کی گئیں۔ شاعر مشرق علامہ محمد اقبال کا انقلابی ذہن اور تحرک پسند مزاج بھی قرآن کریم کے آفاقی پیغام سے بے حد متاثر ہوا، سوانہوں نے اپنے کلام میں قرآنی

حقائق و معارف سے بھرپور استفادہ کیا ہے، اور قرآنی آیات، تعلیمات، تراکیب اور الفاظ سے اپنے کلام کو یوں مرصع کیا کہ ناقدین، کلامِ اقبال کو قرآن کریم کی شعری تفسیر قرار دینے پر مجبور ہو گئے۔

تلمیح ایک ایسی صنف ہے جس میں ایک لفظ یا مجموعۂ الفاظ سے کسی تاریخی، مذہبی، سیاسی، اخلاقی واقعہ یا حقیقت کی طرف اس طرح اشارہ کیا جاتا ہے کہ قاری کے تصور میں پورا واقعہ گھوم جائے۔ اس سے معانی شعر میں وسعت اور ندرت پیدا ہوتی ہے۔ علامہ مرحوم نے اپنے کلام میں تلمیحات کا استعمال جس مہارت سے اور جاندار انداز میں کیا ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔

زیرِ نظر مقالہ میں ہم قصۂ سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے بالترتیب ان واقعات کا تذکرہ کریں گے جو قرآن کریم میں وارد ہیں اور انہوں نے افکارِ اقبال کی تعمیر و ارتقا میں ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔ اقبال نے ان واقعات سے امت میں شعور کی بیداری اور ان میں انقلابی فکر پیدا کرنے کے لیے جو مضامین اخذ کیے ہیں اور قرآنی الفاظ اور تراکیب کو بعینہ بطور تلمیح استعمال کر کے معانی و مفاہیم میں جو ندرت اور وسعت پیدا کی ہے اس کا جائزہ لیں گے۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام وہ واحد پیغمبر ہیں جنکی پیدائش سے نبوت تک کے بیشتر واقعات، انکی پیغمبرانہ جد وجہد، انقلابی فکراور انکی قوم کی عادات قرآن کریم میں بالتفصیل وارد ہوئیں۔ یہ قصص جہاں عبرت آموز ہیں وہیں اپنے دامن میں بے شمار اسرار و رموز سموئے ہوئے ہیں۔ صوفیاء کرام نے اس قصہ میں سے روحانی اسرار و رموز منکشف کیے تو علماء کرام نے اصلاح احوال کے لیے نکتہ آفرینیاں کیں۔ شعراء و ادباء نے اس قصہ کی تلمیحات و تراکیب سے ایسے ایسے ادبی جواہر پارے تخلیق کیے کہ ذوق و وجدان عش عش کر اٹھے۔

فلسفی شاعر اقبال جب کلام اللہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ قصہ نہ صرف ان کے روحانی جذبات کو برانگیخت کرتا ہے شعلہ عشق ان کے سینے میں فروزاں ہوتا ہے اور وہ وجدانی کیفیت میں پکار اٹھتے ہیں:

ذرا سا تو دل ہوں مگر شوخ اتنا وہی لن ترانی سنا چاہتا ہوں[1]

بلکہ وہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی انقلابی جد وجہد سے اس قدر متاثر ہوتے ہیں کہ اپنے ایک مجموعہ کلام کا نام کلیم اللہ علیہ السلام کی نسبت سے ضربِ کلیم رکھ دیتے ہیں۔ اقبال سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی شخصیت کو محض ایک تاریخی شخصیت نہیں بلکہ ایک امید افزا علامتی شخصیت سمجھتے ہیں۔ وہ اپنے کلام میں کلیم اللہ علیہ السلام کو نمائندہ حق جبکہ فرعون کو نمائندۂ باطل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ چونکہ معرکہ حق و باطل ہر دور میں جاری رہتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالی نے اہل ایمان کی تربیت کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے واقعات بیان فرمائے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

([1]) محمد اقبال، علامہ،:(2018ء)، بانگ درا، اقبال اکادمی، لاہور، ص 131

﴿نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ (1)

"ہم تجھے ایمان داروں کے فائدے کے لیے موسیٰ اور فرعون کا کچھ صحیح حال سناتے ہیں۔"

اقبال اس قرآنی حقیقت کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

فقر جنگاہ میں بے ساز و یراق آتا ہے
ضرب کاری ہے، اگر سینے میں ہے ضرب کلیم
اس کی بڑھتی ہوئی بے باکی و بے تابی سے
تازہ ہر عہد میں ہے قصۂ فرعون و کلیم (2)

کلیم اللہ علیہ السلام: ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَى تَكْلِيمًا (3) "اور اللہ نے موسیٰ سے خود کلام کیا۔" اقبال نے جہاں جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیا ہے قرآن کریم کے اسی اعزاز کی نسبت سے زیادہ تر انہیں "کلیم" کے لقب سے یاد کیا ہے۔ خال خال ان کے ذاتی نام سے بھی ان کا ذکر کیا ہے۔

سفر مدین۔ صحبت شعیب علیہ السلام: سیدنا موسیٰ علیہ السلام جب مصر سے مدین پہنچتے ہیں تو وہاں انہیں اللہ کے نبی شعیب علیہ السلام کی صحبت میسر آتی ہے۔ سیدنا شعیب علیہ السلام اپنی ایک بیٹی کا عقد ان کے ساتھ کر دیتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جنہوں نے اس سے قبل فرعون کے محل میں آرام و آسائش کی زندگی گزاری تھی، دس سال تک حضرت شعیب علیہ السلام کی خدمت میں رہتے ہیں، انکی بکریاں چراتے ہیں۔ اور دیگر خدمات سرانجام دیتے ہیں۔ درحقیقت صحرائی زندگی میں فطرت کے قریب گزرا یہ عرصہ اس جلیل القدر پیغمبر کی مشق اور تربیت کا مرحلہ تھا جن کے کندھوں پر اللہ کریم نے قوم کی ہدایت و رہنمائی کی عظیم ذمہ داری ڈالی تھی، اور جو وقت کے ایک عظیم انقلاب کے روح رواں بننے والے تھے۔ قرآن مجید نے اس موضوع کو سورۂ قصص میں بالاختصار بیان کیا ہے۔ حیات موسوی کے اس عرصہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اقبال کہتے ہیں:

خودی کی پرورش و تربیت پہ ہے موقوف — کہ مُشتِ خاک میں پیدا ہو آتشِ ہمہ سوز
یہی ہے سرِّ کلیمی ہر ایک زمانے میں — ہوائے دشت و شعیب وشبانیِ شب و روز (4)

---

(1) القصص،3/28

(2) محمد اقبال، علامہ،:(2018ء)، ضرب کلیم، اقبال اکادمی، لاہور، ص542

(3) النسا،164/4

(4) ضرب کلیم، ص589

ایک اور مقام پر کہتے ہیں

اگر کوئی شعیب آئے میسر شبانی سے کلیمی دو قدم ہے [1]

راہِ حق پر خطر ہے ، شیطانی طاقتیں گھات میں رہتی ہیں۔اس راستے کے مسافروں کی راہنمائی کے لیے کسی مردِ راہ داں کا ہونا لازم ہے۔ جوہرِ قابل کسی مشفق، دانا اور قابل مربی کی صحبت و تربیت سے بلند مراتب حاصل کر لیتا ہے۔ اس حقیقت کے اظہار کے لیے نہایت موزوں استشہاد ہے۔

واقعہ بعثت و معجزات:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَمَّا جَاءَ مُوسَى لِمِيقَاتِنَا وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ قَالَ رَبِّ أَرِنِي أَنْظُرْ إِلَيْكَ قَالَ لَنْ تَرَانِي وَلَكِنِ انْظُرْ إِلَى الْجَبَلِ فَإِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهُ فَسَوْفَ تَرَانِي فَلَمَّا تَجَلَّى رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ مُوسَى صَعِقًا فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ سُبْحَانَكَ تُبْتُ إِلَيْكَ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ﴾. [2]

ترجمہ: اور جب موسیٰ (علیہ السلام) ہمارے (مقرر کردہ) وقت پر حاضر ہوئے اور ان کے رب نے ان سے کلام فرمایا تو (کلامِ ربانی کی لذت پا کر دیدار کے آرزو مند ہوئے اور) عرض کرنے لگے: اے رب! مجھے (اپنا جلوہ) دکھا کہ میں تیرا دیدار کر لوں، ارشاد ہوا: تم مجھے (براہِ راست) ہر گز دیکھ نہ سکو گے مگر پہاڑ کی طرف نگاہ کرو، اگر وہ اپنی جگہ ٹھہرا رہا تو عنقریب تم میرا نظارہ کر لوگے۔ پھر جب ان کے رب نے پہاڑ پر (اپنے حسن کا) جلوہ فرمایا تو (شدّتِ انوار سے) اسے ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ (علیہ السلام) بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ پھر جب انہیں افاقہ ہوا تو عرض کیا: تیری ذات پاک ہے میں تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں اور میں سب سے پہلا ایمان لانے والا ہوں o

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعۂ بعثت نرالی شان رکھتا ہے ۔ وادی سینا میں قیام ، تجلی کا ظہور، رب کے ساتھ کلام کی سعادت ، وارفتگئ محبت میں دیدار کی درخواست ، محبوبِ حقیقی کی طرف سے انکار ، معجزات کا عطا ہونا ، یہ سب واقعات اہلِ قلب و نظر کے لیے بڑے معانی رکھتے ہیں وادیِ سینا، طور، تجلی، عصا،

یدِ بیضا یہ تمام الفاظ علامات اور استعارے بن گئے، چنانچہ زمانہ قدیم سے شعراء نے اور خصوصاً عجمی شعراء نے مختلف مفاہیم کی ادائیگی کے لیے انہیں اپنے کلام میں استعمال کیا ہے، خاص طور پر "ارنی" اور "لم ترانی" کے مکالمہ میں

([1]) محمد اقبال، علامہ،:(2018ء)، بال جبریل، اقبال اکادمی، لاہور: ص 413

([2]) الاعراف، 143/7

کشتگانِ خنجرِ محبت کے لیے درد و سوز کے کئی پہلو ہیں اور معرفتِ نفس اور معرفتِ ربانی کے کئی اسرار و رموز ہیں۔اقبال کہتے ہیں

لن ترانی نکته ها دارد رقیق اندکی گم شو درین بحر عمیق[1]

"لن ترانی میں بہت سے باریک نکتے پوشیدہ ہیں،ذرا اس بحر عمیق میں غوطہ لگا کے دیکھو"

اقبال کے پیشرو کئی شعراء رومی، سعدی، حافظ، خسرو، اور سینائی وغیرھم نے موسیٰ علیہ السلام کے بارگاہ احدیت میں ہونے والے مکالمہ کو موضوع بنایا ہے لیکن جو ندرت فکر اقبال کے ہاں ملتی ہے وہ اسی کا خاصہ ہے۔اقبال کے تخیل کی پرواز اور اسکی فکر رسا نے گذشتہ شعراء کے افکار کو بہت پیچھے چھوڑ دیا، بلکہ بعض اوقات خودی کا پرچارک یہ شاعر اتنے بلند مقام پر جا پہنچتا ہے کہ "ارنی" کا تقاضا اس مقام کی رفعتوں کے سامنے ہیچ نظر آتا ہے۔غالب نے کہا تھا:

کیا فرض ہے کہ سب کو ملے ایک سا جواب آؤ نا ہم بھی سیر کریں کوہ طور کی

اقبال نے اس سے آگے بڑھ کر کہا:

کب تلک طور پر دریوزہ گری مثل کلیم اپنی ہستی سے عیاں شعلہ سینائی کر[2]

اقبال نے جہاں کہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت کے واقعات کا حوالہ دیا وہاں صرف قرآنی تعلیمات سے استفادہ کیا ہے اور قرآنی الفاظ و تراکیب اور واقعات کی تلمیحات کو اپنے پسندیدہ مطالب میں برتا ہے اور خوب برتا ہے ۔چند مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

کھنچے خود بخود جانبِ طور موسیٰ کشش تیری اے شوقِ دیدار کیا تھی[3]

کچھ دکھانے دیکھنے کا تھا تقاضا طور پر کیا خبر ہے تجھ کو اے دل فیصلہ کیوں کر ہوا؟[4]

کبھی میں ذوق تکلم میں طور پر پہنچا چھپایا نور ازل زیر آستیں میں نے[5]

تھا ارنی گو کلیمؑ، میں ارنی گو نہیں اس کو تقاضا روا، مجھ پہ تقاضا حرام[6]

([1]) محمد اقبال، علامہ، (1982ء)، جاوید نامہ، اقبال اکادمی، لاہور، ص: 77

([2]) بانگ درا، ص311

([3]) ایضا، ص125

([4]) ایضا، ص126

([5]) ایضا، ص108

([6]) بال جبریل، ص390

اڑ بیٹھے کیا سمجھ کے بھلا طور پر کلیم — طاقت ہو دید کی تو تقاضا کرے کوئی [1]

از کجا ایں آتش عالم فروز اندوختی — کرمک بے مایہ را سوز کلیم آموختی [2]

قصہ دار و رسن بازی طفلانہ ءدل — التجائے اَرِنی سرخیِ افسانہ دل [3]

کھلے جاتے ہیں اسرار نہانی — گیا دور حدیث لن ترانی [4]

ان روایتی استعارات کو گوناگوں اور متنوع مطالب اور عصر حاضر کے موضوعات کی ادائیگی کے لیے اتنی مہارت سے استعمال کرتے ہیں کہ عقل ورطہ حیرت میں گم ہو کر رہ جاتی ہے۔ مثلاً فی زمانہ تصویر کی اہمیت و فروغ سے متعلق بات کرتے ہوئے کہتے ہیں:

تصویر

خبر، عقل و خرد کی ناتوانی
نظر، دل کی حیاتِ جاودانی
نہیں اس زمانے کی تگ و تاز
سزاوارِ حدیثِ لن ترانی [5]

اقبال نہ صرف اشارات، علامات، اور استعارات کے نئے پیکر تراشتے ہیں بلکہ روایتی علامات میں بھی نئے مفاہیم کو یوں سموتے ہیں گویا سمندر کو کوزے میں بند کر دیتے ہیں۔ اقبال نے خاقانی [6] کے لیے کہا تھا

خاموش ہے عالم معانی — کہتا نہیں حرفِ "لن ترانی" [7]

لیکن یہ بات خود اقبال پر صادق آتی ہے، یوں محسوس ہوتا ہے کہ انہیں الفاظ و تراکیب، استعارات، تشبیہات، علامات اور معانی کو تلاش نہیں کرنا پڑا، بلکہ وہ ہاتھ باندھے ان کے سامنے کھڑے رہتے تھے اور وہ جیسے چاہتے، تصرف کرتے تھے۔

([1]) بانگ درا، ص128

([2]) ایضا، ص211

([3]) ایضا، ص93

([4]) بال جبریل، ص414

([5]) محمد اقبال، علامہ، :(2018ء)، ارمغان حجاز، اقبال اکادمی، لاہور، ص716

([6]) مشہور فارسی شاعر، حسان العجم افضل الدین خاقانی جو خاقانی نظامی گنجوی کے نام سے بھی مشہور ہیں۔

([7]) ضرب کلیم، ص632

واقعات نبوت:

﴿فَلَمَّا أَتَاهَا نُودِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْأَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبَارَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ أَنْ يَا مُوسَى إِنِّي أَنَا اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ () وَأَنْ أَلْقِ عَصَاكَ فَلَمَّا رَآهَا تَهْتَزُّ كَأَنَّهَا جَانٌّ وَلَّى مُدْبِرًا وَلَمْ يُعَقِّبْ يَا مُوسَى أَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ إِنَّكَ مِنَ الْآمِنِينَ﴾ . [1]

جب موسٰی (علیہ السلام) وہاں پہنچے تو وادیٔ (طور) کے دائیں کنارے سے بابرکت مقام میں (واقع) ایک درخت سے آواز دی گئی کہ اے موسٰی! بیشک میں ہی اللہ ہوں (جو) تمام جہانوں کا پروردگار (ہوں) o اور یہ کہ اپنی لاٹھی (زمین پر) ڈال دو، پھر جب موسٰی (علیہ السلام) نے اسے دیکھا کہ وہ تیز لہراتی تڑپتی ہوئی حرکت کر رہی ہے گویا وہ سانپ ہو، تو پیٹھ پھیر کر چل پڑے اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا، (ندا آئی:) اے موسٰی! سامنے آؤ اور خوف نہ کرو، بیشک تم امان یافتہ لوگوں میں سے ہو۔

مدین میں موسیٰ علیہ السلام اپنے اہل خانہ کے ساتھ بے فکری کی زندگی گزار سکتے تھے، لیکن وہ اپنے ہموطنوں کو ظلم و جبر کے جس ماحول میں چھوڑ کر آئے تھے اس کے تصور نے انہیں وہاں چین سے نہ رہنے دیا، سو وہ مدین کی پر سکون زندگی کو چھوڑ کر اللہ کے بندوں کو ظلم سے نجات دلانے دوبارہ اس سر زمین کی طرف چل پڑتے ہیں جہاں ان کے قتل کا منصوبہ بنایا جا چکا تھا۔ ان کے اس اقدام کے ماوراء اللہ کی ذات پر توکل تھا جس کی بنیاد پر اللہ کی مدد ان کے شامل حال ہوئی ۔ اقبال موسیٰ علیہ السلام کے اس طرز عمل کو ان لوگوں کے لئے بطور مثال پیش کرتے ہیں جو جد وجہد ترک کر کے محض غیبی مدد کا انتظار کرتے رہتے ہیں، سو اس حقیقت کو آشکار کرنے کے لیے کہتے ہیں کہ معرکہ آراء ہو جاؤ تو نصرت الٰہی میسر آجائے گی۔

مثل کلیم ہو اگر معرکہ آزما کوئی   اب بھی درخت طور سے آتی ہے بانگ لاتخف [2]

شعر کا دوسرا مصرعہ مذکورہ آیت کریمہ سے ماخوذ ہے جبکہ کلمہ "لاتخف" تو اس کا ایک جزو ہے۔

معجزہ عصا: اسی آیت مبارکہ میں معجزہ عصا کا بھی ذکر ہے اقبال عصا کو قوت و طاقت کا مظہر سمجھتے ہیں۔ وہ معاشرے میں ہمہ جہت انقلاب کے لیے محض عبادت و ریاضت اور زبانی دعوت و تبلیغ کو ناکافی سمجھتے ہیں۔ وہ جانتے تھے کہ معاشرے سے جبر و استبداد کے خاتمہ اور اصلاح احوال کے لیے قوت و طاقت کا ہونا لازم ہے، چنانچہ کہتے ہیں

---

[1] القصص،28/31-30

[2] بال جبریل، ص373

عصا نہ ہو تو کلیمی ہے کارِ بے بنیاد   رشی کے فاقوں سے ٹوٹا نہ برہمن کا طلسم[1]

ضرب کلیم: اقبال کی شاعری محض خم و کاکل کی شاعری نہیں، نہ ہی وہ فن محض کے قائل تھے کہ صرف شعری ذوق کی تسکین کے لیے شعر کہتے، وہ مقصدیت کے قائل تھے، شعر و فن برائے حیات جاوداں ان کا نظریہ تھا۔ وہ اپنے شعر کے ذریعے اپنی قوم کے بختِ خفتہ کی بیداری کے خواہاں تھے۔ یہی ان کے نزدیک غایت و مقصود فن تھا

جو ضرب کلیمی نہیں رکھتا وہ ہنر کیا   بے معجزہ دنیا میں ابھرتی نہیں قومیں[2]

حسن و زیبائش ان کے نزدیک طاقت و قوت کا نام ہے۔

روح کے رقص میں ہے ضرب کلیم اللہی   چھوڑ یورپ کے لئے رقصِ بدن کے خم و پیچ[3]

اقبال نے اپنے اس نظریہ قوت و طاقت کے اظہار کے لیے "ضرب کلیم" یا "ضرب کلیمی" کی تلمیح بارہا استعمال کی ہے۔ اور اسے قوموں کی حیات جاوداں کے لیے لازم قرار دیا ہے، ضرب کلیم سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کی چوٹ ہے جس سے دریا نیل دولخت ہو گیا تھا، اور اس عصا کی ضرب سے ہی ایک پتھر سے بارہ چشمے جاری ہو گئے تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِذِ اسْتَسْقَى مُوسَى لِقَوْمِهِ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا﴾[4] "اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لیے پانی طلب کیا تو ہم نے کہا: اپنے عصا سے پتھر پر ضرب لگایئے (انہوں نے ضرب لگائی) تو پتھر سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔" علامہ اقبال نے "ضرب کلیم" کی اصطلاح قرآن کریم کی اسی آیہ مبارکہ سے اخذ کی ہے۔ اس بات کی تائید اس شعر سے ہوتی ہے جو انہوں نے اپنے شعری مجموعہ "ضرب کلیم" کے آغاز میں لکھا:

خودی میں ڈوب کے ضرب کلیم پیدا کر   ہزار چشمے تیرے سنگ راہ سے پھوٹیں[5]

ید بیضاء:

مقام نبوت عطا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس دعوی کی تائید اور دلیل کے طور پر جو معجزات عطا کیے ان میں سے ایک ید بیضاء (روشن ہاتھ) ہے قرآن کریم میں ارشاد ہے:

---

(1) ایضا، ص392

(2) ایضا، 631

(3) ایضا، 645

(4) سورہ البقرۃ، آیت 60

(5) ضرب کلیم، ص503

﴿اسْلُكْ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ وَاضْمُمْ إِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذَانِكَ بُرْهَانَانِ مِنْ رَبِّكَ اِلٰى فِرْعَونَ وَ مَلاءِہٖ﴾ -[1] "

ترجمہ: "تم اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو وہ بلا کسی عیب کے سفید چمکدار ہو کر نکلے گا، اور خوف (دور کرنے کی غرض) سے اپنا بازو اپنے (سینے کی) طرف سکیڑ لو، پس تمھارے رب کی جانب سے یہ دو دلیلیں فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف (بھیجنے اور مشاہدہ کرانے کے لیے) ہیں۔"

اس آیت مبارکہ میں مذکور ید بیضاء کی قرآنی اصطلاح کو استعمال کرتے ہوئے کہتے ہیں:

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی، ارادت ہو تو دیکھ ان کو　　　ید بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں[2]

وَاضْمُمْ إِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ" " خوف و غم کی کیفیت دور کرنے کے قرآنی نسخہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

مگر کیا غم کہ میری آستین میں ہے ید بیضا　　　رہے ہیں، اور ہیں فرعون میری گھات میں اب تک[3]

آستین میں ید بیضا سے مراد سے مراد ایمان کی قوت اور عمل و کردار صالح کی طاقت ہے۔

بانگ درا کی نظم حسن و عشق میں فطرت کی عکاسی کرتے ہوئے جلوہ طور اور ید بیضائے کلیم کی تشبیہات بڑے دلفریب انداز میں بیان کرتے ہیں۔

جیسے ہو جاتا ہے گُم نور کا لے کر آنچل
چاندنی رات میں مہتاب کا ہم رنگ کنول
جلوۂ طُور میں جیسے یدِ بیضائے کلیم
موجۂ نکہتِ گُلزار میں غنچے کی شمیم
ہے ترے سیلِ محبّت میں یونہی دل میرا[4]

([1]) سورۃ القصص: آیت 32

([2]) بانگ درا، ص130

([3]) بال جبریل، ص362

([4]) بانگ درا، ص141

طور / تجلی / وادی ایمن / درخت : مذکورہ آیت کریمہ میں میں وادی ایمن ، طور ، اور تجلی کا ذکر ہے قبال نے ان الفاظ کے استعارات سے راہ حق کے مسافروں کی راہ نمائی ، قوم کی بیداری ، جہد مسلسل ، وغیرہ کے مطالب نہایت عمدگی سے ادا کیے ہیں۔

ہر لحظہ نیا طور ، نئی برق تجلی — اللہ کرے مرحلۂ شوق نہ ہو طے [1]
تم میں حوروں کا کوئی چاہنے والا ہی نہیں — جلوہ طور تو موجود ہے ، موسیٰ ہی نہیں [2]
تاریک ہے افرنگ مشینوں کے دھویں سے — یہ وادی ایمن نہیں شایانِ تجلی [3]
دلِ طورِ سینا وفاراں دو نیم — تجلی کا پھر منتظر ہے کلیم [4]
محبت کے شررسے دل سراپا نور ہوتا ہے — ذرا سے بیج سے پیدا ریاض طور ہوتا ہے [5]
نغمے بے تاب ہیں تاروں سے نکلنے کے لیے — طور مضطر ہے اسی آگ میں جلنے کے لیے [6]
تیری متاعِ حیات ، علم و ہنر کا سُرور — میری متاعِ حیات ایک دلِ ناصبور
معجزۂ اہلِ فکر ، فلسفۂ پیچ پیچ — معجزۂ اہلِ ذکر ، موسیٰ و فرعون و طور [7]

اسی طرح ان اشعار میں بھی کلیم و سینا کی تراکیب انکی عالی فکری اور مہارت فن کے ترجمان ہیں :

خالی ہے کلیموں سے یہ کوہ و کمر ورنہ — تو شعلہ سینائی ، میں شعلہ سینائی [8]
خیمہ زن ہو وادی سینا میں مانند کلیم — شعلہ تحقیق کو غارت گر کاشانہ کر [9]

---

[1] ضرب کلیم ، ص639
[2] بانگ درا ، ص230
[3] ضرب کلیم ، ص651
[4] بال جبریل ، 451
[5] بانگ درا ، 102
[6] ایضا ، 197
[7] ضرب کلیم ، ص564
[8] بال جبریل ، ص449
[9] بانگ درا ، ص218

درباری جادوگروں سے سامنا: فرعون کے دربار میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سامنا اس کے درباری جادگروں سے ہوتا ہے وہ اپنے طلسماتی شعبدوں سے آپ کو مرعوب کرنا چاہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کے اطمینان وایقانِ قلب کے لیے فرمایا جاتا ہے: "خوفزدہ نہ ہوں بلاشبہ آپ ہی غالب ہوں گے۔"

﴿فَإِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ أَنَّهَا تَسْعَى () فَأَوْجَسَ فِي نَفْسِهِ خِيفَةً مُوسَى () قُلْنَا لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعْلَى﴾ [1]

ترجمہ: "پھر کیاہوا کہ اچانک انکی رسیاں اور لاٹھیاں ان کے جادو کے اثر سے موسیٰ (علیہ السلام) کے خیال میں یوں محسوس ہونے لگیں جیسے وہ میدان میں دوڑ رہی ہوں۔ تو موسیٰ (علیہ السلام) اپنے دل میں چھپا خوف پانے لگے۔ ہم نے (موسیٰ علیہ السلام سے) فرمایا: خوف مت کرو، بے شک تم ہی غالب رہو گے۔"

اقبال اس سحر بازی کو قلب مومن کے لیے بچوں کا کھیل قرار دیتے ہیں، فرماتے ہیں:

التجائے ارنی شوخی فسانہ دل قصہ دار ورسن بازی طفلانہ دل [2]

اقبال قرآن کو اہل اسلام کے لیے حیات ابدی کا نسخہ قرار دیتے ہیں، کلمہ "لَا تَخَفْ" ان کے جرات مند دل کو بہت محبوب ہے۔ اس آیہ مبارکہ سے حاصل ہونے والے حقائق قرآنیہ کو شعر کی زبان میں یوں بیان کرتے ہیں۔

چوں کلیمے سوئے فرعونے رود قلبِ او از لاتخف محکم شود [3]

مرد حر محکم زورد "لاتخف" ما بمیدان سر بجیب او سر بکف [4]

برخور از قرآن اگر خواہی ثبات در ضمیرش دیدہ ام آب حیات

می دہد مارا پیام "لاتخف" می رساند بر مقام لاتخف [5]

انفلاق دریا: ارشاد ربانی ہے:

([1]) سورۃ طہ، 66

([2]) بانگ درا، ص93

([3]) رموز بے خودی، از نظم در معنی اینکہ یأس وحزن وخوف ام الخبائث است و قاطع حیات وتوحید ازالہ این امراض خبیثہ می کند۔

([4]) پس چہ باید کرد اے اقوام مشرق،

([5]) ایضا

﴿ فَأَوْحَيْنَا إِلَى مُوسَى أَنِ اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْبَحْرَ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيمِ () وَأَزْلَفْنَا ثَمَّ الْآخَرِينَ () وَأَنْجَيْنَا مُوسَى وَمَنْ مَعَهُ أَجْمَعِينَ () ثُمَّ أَغْرَقْنَا الْآخَرِينَ () إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ﴾[1]

پھر ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کی طرف وحی بھیجی کہ اپنا عصا دریا پر مارو، پس دریا (بارہ حصوں میں) پھٹ گیا اور ہر ٹکڑا زبردست پہاڑ کی مانند ہو گیا o اور ہم نے دوسروں (یعنی فرعون اور اس کے ساتھیوں) کو اس جگہ کے قریب کر دیا۔ اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو (بھی) نجات بخشی اور ان سب لوگوں کو (بھی) جو ان کے ساتھ تھے۔ پھر ہم نے دوسروں (یعنی فرعونیوں) کو غرق کر دیا۔ بیشک اس (واقعہ) میں (قدرتِ الٰہیہ) کی بڑی نشانی ہے، اور ان میں سے اکثر لوگ مومن نہ تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فرعون کو راہ راست پر لانے کی جب ساری کوششیں بے سود ثابت ہوئیں اور اس کے مظالم میں بھی اضافہ ہو گیا تو آپ اللہ تعالیٰ کے حکم سے بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے نکلے تا کہ انہیں فرعون کی غلامی سے نجات دلائیں اور ایک نئی سرزمین میں آزادی سے اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق زندگی بسر کر سکیں۔ راستے میں دریا نیل حائل ہوا، آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے سطح آب پر عصا سے ضرب لگائی تو دریا کے درمیان سے خشک راستہ ظاہر ہو گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے ساتھ دریا عبور کر لیا، جب فرعون اور اس کا لشکر آپ کا تعاقب کرتے دریا کے وسط میں پہنچے تو دریا کی موجوں نے انہیں اپنی لپیٹ میں لے لیا اور وہ غرق ہو گئے۔ اقبال جو مومن کو ایام کا راکب دیکھنا چاہتے ہیں اور اسے دم بدم تسخیر کائنات کی دعوت دیتے ہیں، اس واقعہ کو بطور تلمیح ذکر کرتے ہوئے بڑے مؤثر پیرایہ میں کہتے ہیں:

در گذر مثل کلیم از رودِ نیل — سوئے آتش گام زن مثل خلیل

نغمۂ مردے کہ دارد بوئے دوست — ملتے را می بردتا کوئے دوست[2]

کلیم اللہ علیہ السلام کی طرح دریا نیل سے گذر جا۔ اور خلیل اللہ علیہ السلام کی طرح آگ کی جانب روانہ ہو جا۔ کہ محبوب حقیقی کی خوشبو رکھنے والے مرد کامل کا نغمہ ملت کو اس محبوب کے در تک لے جاتا ہے۔

ایں کار حکیمے نیست، داماں بکلیمے بگیر — صد بندۂ ساحل مست، یک بندۂ دریا مست[1]

([1]) شعراء:26/63-67

([2]) جاوید نامہ، ص93

تسخیر کائنات ایک فلسفی کا کام نہیں بلکہ کسی کلیم کا دامن پکڑ۔ ساحل کے سو آرزو مند ایک عاشق دریا کے مساوی نہیں ہو سکتے۔

قصہ سامری: قرآن کریم نے عصر موسوی کے ایک شعبدہ باز سامری کا ذکر کیا ہے جس نے فرعون سے نجات کے بعد بنی اسرائیل کو گوسالہ پرستی میں مبتلا کر دیا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام طور پر اللہ کے حکم سے چالیس دن گزار کر واپس تشریف لائے تو اس سازش کا قلع قمع کیا اور اس واقعہ میں ملوث افراد کو سزا دی گئی۔ اس واقعہ کی طرف اشارہ کر کے کہتے ہیں:

خون اسرائیل آ جاتا ہے آخر جوش میں　　توڑ دیتا ہے کوئی موسیٰ طلسم سامری[2]

اقبال کے اشعار میں سامری عصر حاضر کے تمام شعبدہ باز اور ملمع کار عناصر کا نمائندہ نظر آتا ہے۔

اقبال سمجھتے تھے کہ علمِ ظاہری جس کی بنیاد محض عقل پر ہے سراسر گمراہی ہے، وحی الٰہی کو اقبال تجلی کا نام دیتے ہیں۔ ان کا عقیدہ تھا کہ عقل اور افکار جب تک وحی الٰہی سے فیضیاب نہ ہوں ان کی حیثیت سامری کے جادو کی سی ہے۔ علم اور عشق کے باہمی ربط کا ذکر کرتے ہوئے تجلی (حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حاصل ہونے والا علم ربانی) اور سامری کی تلمیحات استعمال کرتے ہیں:

علم تا از عشق برخوردار نیست　　جز تماشہ خانہ ءافکار نیست

علم جب تک عشق سے پھل کھانے والا، فیض اٹھانے والا نہیں ہے، وہ افکار کے تماشہ خانہ کے سوا کچھ نہیں ہے۔

ایں تماشہ خانہ سحرِ سامری است　　علم بے رُوح القدس افسونگری است

یہ تماشہ خانہ سامری کا جادو ہے۔ علم روح القدس کے بغیر جادوگری ہے۔

بے تجلی مردِ دانا رہ نبُرد　　از لکد کوبِ خیالِ خویش مرِد

دانا مرد تجلی کے بغیر راستہ نہ چلا اور نادان خیالوں کی دولتیوں سے مر گیا۔

بے تجلی زندگی رنجوری است　　عقل مہجوری و دیں مجبوری است[3]

تجلی کے بغیر، زندگی غم اور تکلیف، عقل دوری اور دین مجبوری ہے۔

---

(1) پس چہ باید کرد اے اقوام مشرق، ص: قندہار و زیارت خرقہ مبارک

(2) بانگ درا، ص290

(3) جاوید نامہ، از نظم مناجات۔

خضر علیہ السلام: حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ خضر علیہ السلام کے ذکر کے بغیر نامکمل لگتا ہے۔ اور اقبال کی شاعری میں بھی خضر علیہ السلام ایک ایسا مضبوط حوالہ ہیں جن کے بغیر اقبال کی شاعری کا تجزیہ نامکمل رہے گا۔ سورۂ کہف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایک سفر کا تذکرہ ملتا ہے، جو انہوں نے حضرت خضر علیہ السلام کی معیت میں کیا، اگرچہ قرآن کریم میں ان کا تعارف ایک صاحبِ علم کی حیثیت سے ہے اور ان کا نام مذکور نہیں تاہم مفسرین کا کہنا ہے کہ وہ صاحب علم حضرت خضر علیہ السلام ہی تھے۔ قرآن کریم میں حضرت موسیٰ اور خضر علیہما السلام کی ملاقات اور انکے مشترکہ سفر کے چند واقعات قدرے تفصیل سے وارد ہوئے ہیں، اقبال نے حضرت خضر علیہ السلام سے اپنی روحانی ملاقات اور گفتگو کے احوال بیان کرتے ہوئے بڑی خوبصورتی سے ان تمام واقعات کو ایک شعر میں سمو دیا ہے۔

"کشتی مسکین" و "جان پاک" و "دیوار یتیم" علمِ موسیٰ بھی تیرے سامنے حیرت فروش[1]

"کشتی مسکین" و "جان پاک" و "دیوار یتیم"، "علم موسیٰ" صریحاً قرآنی واقعات کی تلمیحات ہیں۔ مصرع اول کی تلمیحات دوران سفر پیش آنے والے واقعات سے متعلق ہیں۔ جبکہ "علمِ موسیٰ بھی تیرے سامنے حیرت فروش" کہہ کر قَالَ لَهُ مُوسَى هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَى أَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا [2] کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اقبال کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے روحانی مکالمہ: بانگ درا میں اقبال کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایک روحانی مکالمہ بھی مذکور ہے جس کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے

ایک دن اقبال نے پوچھا کلیم طور سے اے کہ تیرے نقش پا سے وادی سینا چمن[3]

کلام اقبال میں قصہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے مجالات معانی[4]

اقبال کی شاعری کو چشم تصور سے دیکھیں تو بسا اوقات یوں محسوس ہوتا ہے کہ قصۂ موسیٰ علیہ السلام کی ایک آرٹ گیلری ہے جس میں تلمیحات و تشبیہات موسوی کی رنگارنگ تصاویر آویزاں ہیں۔ بانگ درا سے ضرب کلیم تک اور جاوید نامہ سے مثنوی مسافر تک فکر اقبال پر سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ایمان و ایقان، علم و فکر، قوت عمل، حسن

---

(1) بانگ درا، ص284

(2) الکھف 66/18

(3) بانگ درا، 270

(4) انگریزی اصطلاح Semantic field یا عربی اصطلاح "الحقل الدلالی" کے لیے اردو میں کوئی اصطلاح میری نظر سے نہیں گزری سو میں نے اس کا ترجمہ مجالات معانی کیا ہے/نطاق معانی بھی مناسب ہے۔

کردار، انقلابی جد جہد اور اس کے ثمرات کے آثار اس قدر نمایاں ہیں کہ ایک سرسری مطالعہ کرنے والا بھی اس کو محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔اور امثلہ اسقدر کثیر ہیں کہ ان کا احاطہ ایک مضمون میں ممکن نہیں۔

ذیل میں ان الفاظ کی ایک فہرست دی گئی ہے جو قرآن کریم میں مذکور قصۂ موسیٰ علیہ السلام سے اخذ کئے گئے ہیں، اقبال نے انہیں بکثرت استعمال کیا ہے۔اس سے فکر اقبال پر قصۂ موسیٰ علیہ السلام کے اثرات کا جائزہ لینے میں مدد ملے گی۔

1. ارنی
2. التجائے ارنی
3. انفلاق دریا
4. ایمن
5. برق
6. برق تجلی
7. برگ طور
8. تجلی
9. تخم سینائی
10. جادوئے سامری
11. جان پاک
12. جلوہ طور
13. چشمۂ سنگ
14. چمنِ طور
15. چوب کلیم
16. حدیث کلیم و طور
17. خضر

32. صاعقۂ طور
33. ضرب کلیم
34. ضرب کلیمی
35. ضرب کلیم الٰہی
36. طلسم سامری
37. طور
38. طور معنی
39. عصا
40. علم موسیٰ
41. فرعون
42. قارون
43. قصہ دار و رسن
44. قصہ ءفرعون و کلیم
45. کشتی مسکین
46. کلیم
47. کلیم الٰہی
48. کلیم ذروہ سینائے علم

18. خضرِ راہ داں

19. خونِ اسرائیل

20. درختِ طور

21. دستِ موسیٰ

22. دستِ کلیم

23. دیوارِ یتیم

24. ذوقِ تکلم

25. ریاضِ طور

26. سامری

27. سحرِ سامری

28. شبانی

29. شعلہ سینائی

30. شعیب

31. شمعِ طور

49. کلیم سینا

50. کلیم نکتہ بین

51. کلیمی

52. لاتخف

53. لن ترانی

54. موسیٰ

55. نخلِ تمنا

56. نخلِ طور

57. نورِ زیرِ آستین

58. نیل

59. وادیٔ ایمن

60. وادیٔ سینا

61. یدِ بیضا

☆☆☆☆☆☆☆☆☆